ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

# اردو شاعری میں تصورالحاد، دینی وسماجی پس منظر؛ تجزیاتی مطالعہ

# THE CONCEPT OF ATHEISM IN URDU POETRY, RELIGIOUS AND SOCIAL BACKGROUND, ANALYTICAL STUDY

**Dr. Abdul Ghaffar**
Assistant Professor/HOD, Department of Islamic Studies,
University of Okara, Okara
**Salma Siddique**
Visiting Lecturer, University of Okara, Okara
**Asima Khalid**
Visiting Lecturer, University of Okara, Okara

## Abstract:

*A society that is bound by any religious belief has little room for deviation and disagreement from religious beliefs and certain values. Enlightenment rationalism and retirementism are not liked, deviation from the religious paradigm leads to the limits of disbelief and atheism, but despite this, a few atheist poets avoided the common way of society and settled new settlements of thought and vision, old ones. looked upon Islam with suspicion and tried to create skepticism which created deviant minds. Especially about the theory of Wahdat-ul-Wujud, there was a trend of skepticism. The founder of this belief is Muhyiddin Ibn Arabi, in India it is Sri Shankar. According to Iqbal, a literature was founded among Muslims whose foundation was Wahdat-ul-Wujud. These poets have denied and abrogated the rites of Islam in strange and deceptive ways. This theory needs to be seen according to the teachings of the Qur'an and Sunnah*

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

*Mirza Sahib denied the attribute of Allah Ta'ala as "Justice", thus this essay will present his examples, Akhtar Ansari, Shuja Khawar, Sultan Akhtar, Irfan Siddiqui, Iqbal Haider Artza Nishat, Bashir Badr, Zafar Gorakhpuri. . There are many examples of this atheism in Nida Fazli's ghazal and poetry. In this paper, a great effort will be made to analyze and analyze his thought and philosophy.And at the end of the article, conclusions and recommendations will be compiled.*

ایسا معاشرہ جو کسی بھی مذہبی اعتقادات سے جڑا ہوتا ہے اس میں مذہبی مسلمات اور معینہ اقدار سے انحراف اور اختلاف کی گنجائش کم ہی ہوتی ہے۔ روشن خیالی عقلیت پرستی اور اعتزال پسندی کو پسند نہیں کیا جاتا، مذہبی پیراڈائم سے انحراف کفر والحاد کی حدوں میں پہنچا دیتا ہے مگر اس کے باوجود الحاد پسند چند شعراء نے معاشرے کی روش عام سے اجتناب کیا اور فکر و نظر کی نئی بستیاں آباد کیں، پرانے مسلمات کو شک کی نگاہ سے دیکھا اور تشکیک پسندی پیدا کرنے کی کوشش کی جس سے انحرافی ذہن پیدا ہوئے۔

خصوصا نظریہ وحدت الوجود کے بارے میں تشکیکی رجحان پیدا ہوئے اس عقیدے کا بانی تو محی الدین ابن عربی ہے، ہندوستان میں سری شنکر ہے گویا بقول اقبال مسلمانوں میں ایک ایسے لٹریچر کی بنیاد پڑی جس کی بنیاد وحدت الوجود تھی۔ ان شعراء نے عجیب و غریب اور دل فریب طریقوں سے شعائر اسلام کی تردید و تنسیخ کی ہے اس نظریہ کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق دیکھنے کی ضرورت ہے۔

:وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، اور لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ،الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى جیسی آیات اس کی تردید کرتی ہیں اس کے ردّ میں شیخ احمد سرہندیؒ، المعروف مجدد الف ثانی نے نظریہ وحدت الشہود پیش کیا جو "اقرب الی القرآن والسنہ" ہے، بعد ازاں شعراء بھی افراط و تفریط کا شکار ہوئے۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ نے اردو غزل اور شاعری میں اس خاص نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

خاص طور پر مرزا مظہر جان جاناں، سید عبدالولی۔ عزلت، ملا شاہ بدخستی، سرور شہید نے اپنی شاعری میں وحدت ادیان کا جو تصور پیش کیا وہ بھی قابل تنقید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک "ان الدین عند اللہ الاسلام"۔ دین صرف اسلام ہی ہے باقی سب ادیان کی تعلیمات منسوخ ہو چکی ہیں۔ اسی طرح مرزا غالب ہی کی مثال لے لیں۔ انھوں نے خدا کے وجود پر ہی سوالیہ نشان لگا دیا جیسے کہتے ہیں۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا نہ کچھ ہوتا تو خدا ہوتا ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا تھا میں تو کیا ہوتا

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کی صفت "عدل" سے انکار کر دیا اس طرح مقالہ ھذا میں اُن کے نمونے پیش کیے جائیں گے، اختر انصاری، شجاع خاور، سلطان اختر، عرفان صدیقی، اقبال حیدر ارتضی نشاط، بشیر بدر، ظفر گورکھ پوری۔ ندا فاضلی کی غزل گوئی اور شاعری میں اس الحاد پسندی کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ مقالہ ھذا میں اُن کی فکر و فلسفہ کی تنقیح تہذیب اور تحلیلی جائزہ لینے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

**تحقیق کا بنیادی سوال:**

اس موضوع پر تحقیق کی ضرورت کچھ اس طرح ہے کہ انسانیت کو الحاد اور سیکولرازم سے آگاہ کیا جائے کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے، اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ یہ نظریہ کیوں وجود میں آیا اسکے دنیا اور خصوصاً اردو شاعری اور شعراء پر کیا اثرات مرتب ہوئے اس مسئلہ کو حل کرنے کی ضرورت ہے کس طرح اردو شاعری کو ایسے لادینی الحادی تصورات سے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔

عقیدوں یا عقیدتوں میں محصور معاشرہ خردافروزی، تعقل پسندی یا آزادہ روی کی روش کو پسند نہیں کرتا۔ کسی بھی مکیف معاشرے میں مذہبی مسلمات یا معینہ اقدار سے انحراف اور اختلاف کی گنجائش کم ہی ہوتی ہے۔ نظری ادعائیت یا مذہبی نرگسیت تنقید یا طنز کی متحمل نہیں ہوتی، ذرا سی روشن خیالی، عقلیت پرستی، اعتزال پسندی کے اتہام کے لیے کافی ہوتی ہے۔

**الحاد:**

کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ کیا خدا ہے؟ جس نے کائنات بنائی اور اس کے مکینوں میں تخلیق کیا۔ ایسے لادینی تصورات اور تشکیکی رویوں کو الحاد کہا جاتا ہے۔

**سیکولرازم:**

سیکولرازم نام ہے اس ضابطے کا جس کا تعلق دنیا سے متعلق فرائض سے ہے، جس کی غایت خالصتاً انصافی ہے اور یہ بنیادی طور پر ان افراد کے لیے ہے جو الہیات کو نامکمل یا ناکافی، ناقابل اعتبار یا ناقابل یقین، یعنی فضول اور بے معنی سمجھتے ہیں۔

ہولی اوک کہتا ہے: سیکولرازم میں خدا کا متبادل سائنس ہے۔

Science is available providence of man

یہ ایک صحت مند رویہ تھا، کیونکہ اسی رویے سے خیر و صداقت کے حقیقی سرچشمہ تک رسائی ممکن ہو سکتی ہے اور یہی رویہ تحقیق و تخلیق کا حقیقی منصب بھی ہے۔ جون ایلیا نے اپنے مضمون میں اس معنی خیز نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پروفیسر وحید اختر نے اس کی بابت لکھا ہے : ''تشکیک جو نسبتاً وسیع تر مفہوم میں استعمال ہو سکتی ہے ایک عام ذہنی رویہ ہے۔ علمیاتی یا مابعدالطبیعاتی نظریہ نہیں، یہ ایسا مثبت اور صحت مند رجحان ہے جو تمام رائج الوقت فلسفوں اور اقدار کو شک کی نگاہ سے دیکھتا انھیں جانچتا اور پرکھتا ہے تاکہ حقیقت کی ماہیت اور تہہ تک پہنچ سکے۔ یہ میلان آج ہماری پوری سماجی اور ذہنی زندگی پر محیط ہوتا جا رہا ہے۔ پھر بھی ناقدین نے نظریات کی عینک لگا کر اسے کبھی فراری ذہنیت کا نام دیا کبھی آزادی کی ایسی لگن بتایا جس میں ذمے داری کا احساس نہ ہو۔ کبھی اسے مقصد کے فقدان کا نام دیا گیا اور کبھی ذہنی کم مائیگی کہا گیا۔ انسان کے متجسس اور توانا ذہن کو مروجہ عقائد اور تصورات و اقدار کو جانچنے پرکھنے اور شک کی نظر سے دیکھنے کی اجازت ہی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

نہ دینے کا نام ادعائیت (Dogmatism)یا ملائیت برہمنیت ہے تشکیک کے اس مثبت رجحان ہی میں آئندہ کے تصورات واقدار تک پہنچنے کا امکان بھی ہے اور مستقبل کی صورت گری کی قوت بھی۔"[1]

اردو کے جو شاعر مستقبل کی صورت گری کی قوت کے رمز سے آگاہ ہوئے، انھوں نے ایک انحرافی راہ اور اختراعی روش اختیار کی اور غزل کو محبوس معاشرے کا محدود اظہاریہ بننے سے بچالیا اورغالب کے شکوے کے باوجود غزل کی صنف کو کچھ اور وسعت مل گئی۔حسن وعشق کے حدود سے نکل کر کائنات کے ان مسائل و موضوعات کو مس کرنے لگی جن کا تعلق انسان کی ذات کے اضطراب،المیے،بحران، انتشار، سماجی وقوعے، سیاسی واردات سے تھا۔اس طرح غزل نے ایک طویل سفر طے کیا اور لمحہ لمحہ زندگی کے بدلتے رنگوں کو دیکھا۔ویسے بھی جس معاشرے میں غزل کی صنفی تشکیل ہوئی، وہاں سے ہندوستان تک آتے آتے اس کی صورت ہی نہیں سیرت بھی بدل گئی۔غزل، یہاں ایک 'تیسری تہذیب' سے آشناہوئی جسے انڈومسلم کلچرکانام دیاگیا۔اس تہذیب کے تصورات نے غزل کی فکر اور فرہنگ کو بدل دیا۔ لسانی، فکری 'امتزاجیت' کے عناصر نے اس کی کتھارسس کی اور اس فلسفے سے آشنا کیاجوآریائی ذہنوں کا وضع کردہ تھا جسے 'وحدت وجود' یا 'ہمہ اوست' کا عنوان دیاجاتاہے۔اس فلسفہ کی رو سے موجود صرف ایک ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے اور اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔کائنات کا وجود خیالی ہے۔اس کے ہر ذرے میں خدا کی نمود ہے۔اس طرح کائنات خدا کے وجود کا حصہ ہے اور اس کے مظاہر خدا کی شکلیں ہیں۔عرب دنیامیں اس تصور کی تشہیر اور تبلیغ محی الدین ابن عربی[2] نے کی جبکہ ہندوستان میں اس فلسفے کے محرک سری شنکر ہیں۔یہ نظریہ ویدانت اور اپنشد سے ماخوذ ہے۔اہل دانش کی طرف سے اس کی شدت سے مخالفت ہوئی کہ اس میں ترک عمل اور نفی خودی پرزور ہے۔علامہ اقبال نے اپنے ایک مکتوب میں یہ بھی لکھ دیا کہ :

"مسلمانوں میں ایک ایسے لٹریچر کی بنیاد پڑی جس کی بنا وحدت الوجود تھی۔ان شعرا نے عجیب و غریب اور بظاہر دل فریب طریقوں سے شعائر اسلام کی تردید و تنسیخ کی ہے "

اسی نظریے کی مخالفت میں وحدت الشہود کا تصور سامنے آیا جس کے محرک شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی تھے۔ان کے مطابق مخلوقات کا وجود وجود ظلی ہے اور خدا کا وجود ابدی اور ازلی ہے اور کائنات کی ہر شے خدا کی ذات کا حصہ نہیں ہے ورنہ ہر شے قابل پرستش قرار پائے گی۔اہل تصوف زیادہ تر وحدت الوجود کے قائل ہیں۔اسی لیے بعض علماء تصوف کو مشرکانہ عقائد کا مجموعہ کہتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وحدت الوجود[3] اور وحدت الشہود[4] دونوں فلسفیانہ اور جدلیاتی مسائل ہیں۔دونوں میں انتہا پسندی خطر ناک ہے۔دونوں میں صرف تعبیرات کا فرق ہے۔یہ معنیات کا اختلاف ہے جسے فکری مجادلے اور مناقشے میں بدل دیا گیا ہے۔فتاوی عثمانی میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ :

---

[1]۔ محمد ظفر اقبال،اسلام اور جدیدیت کی کشمکش،روایتی اسلامی فکر پر سیکولر اعتراضات کا تحقیقی مطالعہ،کتاب محل،اردو بازار لاہور،2018ء

[2]۔ محی الدین محمد ابن العربی الحاتمی الطائی الاندلسی (1240ء—1165ء)، دنیائے اسلام کے ممتاز صوفی، عارف، محقق، قدوہ علما اور علوم کا بحر بیکنار ہیں۔

[3]۔وحدت الوجود ایک صوفیانہ عقیدہ ہے جس کی رو سے جو کچھ اس دنیا میں نظر آتا ہے وہ خالق حقیقی کی ہی مختلف شکلیں ہیں اور خالق حقیقی کے وجود کا ایک حصہ ہے۔اس عقیدے کا اسلام کی اساس سے کوئی تعلق نہیں، قران و حدیث میں اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا اور اکثر مسلمان علما اس عقیدے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔( مولانا عبد الرحمٰن کیلانی۔"2۔دین طریقت کے نظریات وعقائد"۔شریعت وطریقت۔1۔ مکتبۃ السلام۔سٹریٹ20 وسن پورہ لاہور۔صفحہ : 63-64)

[4]۔وحدۃالشہود سے مراد "ایک دیکھنا ہے"یعنی چاروں طرف" تو ہی تو "ہے والا معاملہ ہو جاتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

"وحدت الوجود کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں حقیقی اور مکمل وجود صرف ذات باری کا ہے اس کے سوا ہر وجود بے ثبات ،فانی اور نا مکمل ہے "۔[1]

اردوغزل میں وحدت الوجود کے نظریات کی آمیزش رفتہ رفتہ ہوتی گئی اور اس طرح غزل ویدانتی فکر سے آشناہوکر مذہبی جذبات سے زیادہ صلح کل اور وسیع المشربی کی ترجمان بن گئی۔اردو کی غزلیہ شعری روایت خاص طور پرکلاسیکی شاعری وحدت الوجود کے تصور سے ہی متاثر رہی ہے۔پروفیسر گوپی چندنارنگ[2] نے اردو غزل میں ہندوستانی ذہن و تہذیب کی تلاش کے دوران اس خاص نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے:

"ہمہ اوست اورہمہ ازاوست کا بنیادی فرق یہی ہے کہ ایک کثرت آرائی عالم کو عین ذات کہتا ہے۔دوسرا اسے مظہرصفات توتسلیم کرتا ہے لیکن عین ذات قرارنہیں دیتا۔پہلے کی رو سے کائنات چونکہ وحدت کی تجلی ہے اس لیے کثرت حقیقی یا اصلی نہیں بلکہ واہمہ اورفریب حواس ہے۔ہمہ ا زاوست کی رو سے کائنات کا ذرہ ذرہ چونکہ خالق باری کی تخلیق ہے،اس لیے عالم ظاہر،غیراصل،موہوم یا معدوم نہیں بلکہ ٹھوس حقیقت ہے۔تصوف[3] کا یہ دوسرا نظریہ وحدت وجود کے غیراسلامی رنگ کو ختم کرنے اور تصوف کو توحید اسلامی سے مطابقت دینے کے لیے بہت بعدمیں وجود میں آیا۔

یہاں کی مختلف تحریکوں مثلاً بھکتی اور رامانند،کبیر،نانک، تکارام کے تصورات نے بھی اردوغزل کی فکر کو متاثر کیا اور مذہبی ظاہرداری سے بیزاری بڑھتی گئی۔یوگ اور تصوف کے امتزاج واشتراک نے اردوشاعروں کے ذہنی زاویے بھی تبدیل کردیے اور انھیں بھی داراشکوہ کاوہ 'سراکبر' مل گیاجوامتزاجی نظریے پرمبنی تھا اور جس کی رو سے وید بھی الہامی کتابیں ہیں اور تمام ادیان کی منزل ایک ہے، گوراستے جداجدا ہیں۔مرزامظہر جان جاناں،سیدعبدالولی عزلت،ملاشاہ بدخشی، سرمد شہید، سب اسی نظریے کے حامل ہیں:

"ان کے نزدیک ہنود بھی موّحد ہیں کہ وہ بتوں کو متصرف اورموثر بالذات نہیں مانتے۔ان کا سجدہ عبودیت کا نہیں، تحیت کا ہوتا ہے۔صوفیا کی طرح وہ بھی صاحب صورت سے مناسبت پیدا کرتے ہیں۔اور اسی نسبت سے حوائج معاش اور معاد کو پورا کرتے ہیں۔"[4]

وحدت ادیان کے بنیادی تصورپر محیط وحدت الوجود کے ہندوستانی نظریے کا نفوذ ذہنوں میں اس طرح ہوا کہ اسلامی شعائر بھی اس کی زد میں آ گئے۔سب سے پہلے خالق کائنات کا وجود ہی شک کے دائرے میں آگیا۔اور اس کے وجود کو تسلیم کیا گیا تو وجود کی شکلیں بگاڑ دی گئیں۔اس کے وجود میں کچھ ایسی اشیاء بھی شامل کر لی گئیں کہ خدا کے ازلی اور ابدی وجود اور ذات واحد کا معنی و مفہوم ہی مسخ ہو گیا۔

غالب نظریہ وحدت الوجود کے قائل تھے مگرانھوں نے توخدا کے وجود پر ہی سوالیہ نشان لگادیا:

نہ تھا کچھ تو خدا تھا نہ ہوتا تو خدا ہوتا ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیاہوتا

اور پھران کی صفات پر بھی سوال کھڑے کردیے:

---

[1]۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، فتاویٰ عثمانی،ادارہ تحقیقات اسلامی، کراچی، 2014ء

[2]۔ گوپی چند نارنگ (11 فروری 1931 – 15 جون 2022ء) کو عہد حاضر کا صف اول کے اردو نقاد، محقق اور ادیب مانا جاتا ہیں۔

[3]۔تصوف کا لفظ اس طریقۂ کار یا اسلوبِ عمل کے لیے اختیار کیا جاتا ہے جس پر کوئی صوفی (جمع: صوفیا) عمل پیرا ہو۔اسلام سے قربت رکھنے والے صوفی، لفظ تصوف کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ؛ تصوف کو قرآنی اصطلاح میں تزکیۂ نفس اور حدیث کی اصطلاح میں احسان کہتے ہیں۔(اصحابِ صُفّہ اور تصوف کی حقیقت از امام ابن تیمیہ، ترجمہ عبد الرزاق ملیح آبادی،المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ لاہور؛ آب کوثر، شیخ محمد اکرام، ادارۃ ثقافت اسلامیہ لاہور)

[4]۔ تفصیل کے لیے:عہد وسطی میں ہندومسلم تعلقات، ڈاکٹر محمد عمر مشمولہ اردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب مرتبہ کامل قریشی، ص 301

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

یہ خدا کی صفت 'عدل' سے انکار نہیں تو کیا ہے؟

خدا کی ذات سے انکار بھی 'کفر' میں شامل ہے مگر شاعروں نے خدا کے وجود کو ایک واہمہ تخیل قرار دینے سے گریز نہیں کیا۔

ایسا ہی انکار شجاع خاور کے اس دعائیہ آہنگ میں بھی ہے:

یا الٰہی تو اگر ہے تو ہویدا ہوجا اور نہیں ہے تو ابھی وقت ہے پیدا ہوجا

خدا کی کثرت بھی اس کی وحدت کو تسلیم کرنے کی راہ میں مانع بنی۔چنانچہ ساحرلدھیانوی نے اسی منطق کی رو سے خدا کی ذات سے ہی انکار کردیا:

ہر ایک دور کا مذہب نیا خدا لایا کریں تو ہم بھی مگر کس خدا کی بات کریں

اور یگانہ چنگیزی کا ذہن بھی اسی کشمکش کا شکار رہا :

بندے نہ ہوں گے جتنے خدا ہیں خدائی میں کس کس خدا کے سامنے سجدہ کرے کوئی

خدا کی ذات کو ایک کرے یا منطقے میں محدود کرنے کا رویہ بھی عام ہے۔ساحرلدھیانوی نے کہا:

آسماں پہ ہے خدا اور زمیں پہ ہم آج کل وہ اس طرف دیکھتا ہے کم

تو جون ایلیا[1] نے یوں طنز کیا:

یہ جو تکتا ہے آسمان کو تو کوئی رہتا ہے آسمان میں کیا؟

نطشے کی طرح خدا کی موت یااس کے مفلوج و معطل ہونے کااعلان بھی شاعروں نے کیا ہے۔سلطان اختر کا ایک شعر ہے:

دل مطمئن ہے اس کی رضا کے بغیر بھی ہر کام چل رہاہے خدا کے بغیر بھی

شجاع خاور نے بھی اسی طرح کے شعر کہے ہیں جن میں خدا کی ذات یا صفات پر گہرا طنزہے:

نہ اتنے زور سے سوچو کہ جاگ اٹھے وہ خدا ابھی ہمیں تخلیق کرکے سویا ہے

یا توجہ میری دنیا کی طرف پوری دے یا پھر ایک اور خدا کی مجھے منظوری دے

شاعروں نے صرف خدا کی ذات سے انکار نہیں کیا بلکہ اپنی ذات میں بھی 'خدائی عنصر' دریافت کرلیا:

یہاں کے لوگ تو ہم کو خدا سمجھتے ہیں کسے سنایئے اپنی وفات کا قصہ

خدائی پہ خاموش رہتے ہیں لوگ خدائی کا دعویٰ ذرا کیجیے (شجاع خاور)

میں نے بھی اک بنائی ہے دنیا یہاں سے دور ایسا بھی اک جہان ہے جس کا خدا ہوں میں

(اختر انصاری)

اردو کے کچھ شاعروں نے خداکو ایک وہم وگمان سے زیادہ نہیں سمجھا۔حالات کے جبرنے ان کے ایمان اور عقیدے کو اتنامتزلزل کردیا کہ خداکے اعمال اوراس کے نظام پر طنز کرنے لگے:

اسے بھی اپنی انا پر بہت بھروسہ ہے مجھے بھی خوف نہیں ہے کسی خدا کا اب

مرے وجود سے خائف ہے آسماں اختر کہ میرے پاؤں تلے آچکی ہے دنیا اب

خداوندا ترے ہوتے ہوئے بھی ہراساں اس قدر انسان کیوں ہے

---

[1]۔جون ایلیا (14 دسمبر، 1931ء – 8 نومبر، 2002ء) برصغیر میں نمایاں حیثیت رکھنے والے پاکستانی شاعر، فلسفی، سوانح نگار اور عالم تھے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

قیامت کو اگر باقی ہیں کچھ دن تو برسوں حشر کا میدان کیوں ہے (سلطان اختر)

حق فتح یاب میرے خدا کیوں نہیں ہوا تو نے کہا تھا تیرا کہا کیوں نہیں ہوا(عرفان صدیقی)

یہ ایک طرح کا ذہنی فرسٹریشن یا افسردگی کا اظہار ہے۔ورنہ ان شعرا کو بھی پتہ ہے کہ یہ کائنات تضادی تفریق ( Binnary Opposition)کے نظام پر قائم ہے۔تمناؤں اور آرزوؤں کی شکست ہی خدائے وجود کااثبات ہے۔یہ دنیا رزم گاہ خیروشر ہے۔یہاں ہرلمحہ انسان کے ایمان و ایقان کی آزمائش ہوتی ہے۔اگرانسانوں کے ارادے کے مطابق ہی یہ کائنات چلے تو اس کا سارا نظام ہی معطل ہوجائے گا۔ حضرت علیؓ نے کہاتھا کہ ارادوں کی شکست نے ہی خدا کی معرفت عطا کی۔تویہ جملہ اپنے اندر ایمان اور عقیدے کی پوری صلابت اور حرارت لیے ہوئے ہے۔

خدا کی ذات شاعروں کے لیے طعن وتشنیع کا مرکز ومحوررہی ہے۔خالق کے بجائے اسے بھی ایک مخلوق کی حیثیت دی گئی۔خدا کی ذات و صفات میں بھی بشریت کے عناصر کی جستجو اور اس کے ساتھ زمینی مسائل ومتعلقات میں خدا کی لاچاری، مجبوری،بے بسی کو شاعری میں پیش کیاگیا ہے:

کون جانے گا اب خدا اس کو جس کی ہر بات آدمی سی ہے (اقبال حیدر)

قیامت کی دھمکی، عذابوں کا ڈر ابھی تک خدا سے ہوا کچھ نہیں (ارتضیٰ نشاط)

خدا کے صفاتی تشخص پر یلغار کے ساتھ انسان کی طرح خدا کی شکست وریخت کا اعلان بھی کیاہے:

سویرے میری ان آنکھوں نے دیکھا خدا چاروں طرف بکھراپڑا ہے (بشیربدر)

دعا کے ہاتھ پتھر ہوگئے ہیں خدا ہر ذہن میں ٹوٹا پڑا ہے (ندافاضلی)

نہ دن کے بعد سکوں ہے نہ چین رات کے بعد خدا ملول ہے تخلیق کائنات کے بعد (شریف احمدشریف)

میں دونوں کے بیچ میں پڑکر کانچ کی صورت ٹوٹ گیا اک چٹان سی بے حس دنیا اور خدا اک پتھر جیسا

(ظفرگورکھ پوری)

بعض شاعروں نے توخالق ومخلوق کے مابین حدفاصل ہی ختم کردی:

یاد اب خود کو آرہے ہیں ہم کچھ دنوں تک خدا رہے ہیں ہم

ہم خدا بن کے آئیں گے ورنہ ہم سے مل جاؤ آدمی کی طرح (بشیربدر)

راکشش تھا، نہ خدا تھا پہلے آدمی کتنا بڑا تھا پہلے (ندافاضلی)

اگر دشوار ہوجائے خدائی مجھے آواز دے لینا خدایا(قیصرالجعفری)

(بحوالہ اردو شاعری میں خدا: ڈاکٹر شرف الدین ساحل، مطبوعہ، صحافت ممبئی 13جنوری 2013)

دیکھ اب اپنے ہیولے کو فنا ہوتے ہوئے تو نے بندوں سے لڑائی کی خدا ہوتے ہوئے

(شہزاداحمد)

اردو کے ان شاعروں کے ذہنوں پر شاید ان افکار کے اثرات ہیں جو قدیم زمانے سے بعض معاشروں میں عام رہے ہیں۔ان کے ڈانڈے ایک طرف سانکھیہ کے اس تصور ثنویت سے ملتے ہیں جس میں خدا کا وجود محض ما بعد الطبیعاتی مفروضہ ہے جو کائنات کی تخلیق کو پرش اور پراکرتی کے اتصال کا نتیجہ مانتی ہے یا پھر ان جدید تصورات سے جن میں ماورائیت کی موت پر مہر تصدیق ثبت کر دی گئی ہے۔ جرمن فلسفی نطشے نے خدا کی موت کا اعلان کیا تو جدید ذہنوں نے بھی اس تصور کو قبول کرتے ہوئے ماورائی خدا کے امکان کو ہی مسترد کر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

دیا۔Thomas J Altizer نے اس خیال کو عام کر دیا کہ خدا اپنی الوہی صفات سے محروم ہو چکا ہے اور اپنا مقدس وجود بھی۔وہ مسیح کی شکل میں مکمل طور پر انسان بن چکا ہے اور یہودیوں کی کبالہ شاخ نے نہ صرف یہ کہ خدا کی موت کا اعلان کیا بلکہ محل موت کا بھی تعین کر دیا۔اس فکر کے مطابق دنیا کی تخلیق کرتے ہوئے خدا کی موت واقع ہو گئی تھی اور اس کی موت ہٹلر کی بنائی ہوئی عقوبت گاہ Auschwitz میں ہوئی جو یہودیوں کی اذیت گاہ کے نام سے مشہور ہے۔فرینک ہگ فاسٹر نے بھی اپنے ایک لکچر میں یہ صاف طور پر اعلان کیا کہ ماڈرن کلچر پس الحادی مرحلہ Post theistic stage پر پہونچ گیا ہے اور خدا کے تمام اختیارات اور قوت تخلیق پر انسانوں کا تسلط ہو گیا ہے۔بہت ممکن ہے کہ شرمن روایت سے بھی ان شاعروں کی شناسائی ہوجہاں الوہیت یاربوبیت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔غالب امکان ہے کہ جدید شاعروں نے ان تمام قدیم وجدیدتصورات سے استفادہ کیا ہو اور ایک نئے وژن کے فیشن میں اس طرح کے انحرافی خیالات ظاہر کیے ہوں۔

ویسے دیکھا جائے تو زیادہ تر شعروں‌میں ''خدا'' بطوراستعارہ یاعلامت استعمال کیا گیاہے۔چونکہ خدا قوت،عظمت اقتدار اور اسٹبلشمنٹ کا استعارہ ہے اس لیے حساس انسانی مزاج ہر اقتداری نظام کے خلاف احتجاج کر تا ہے۔یہ اقتدار سے گلہ اور شکوہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ویسے لغت یں‌خدا کا معنی 'معشوق' بھی ہے جو ستمگر اورجفاشعار ہوتاہے۔یہاں شخصی خداؤں، مختلف طبقات کے تخلیق کردہ خاص طورپر بورزواؤں کے خدا اور ارباب مذہب کے نرالے خداؤں کے بارے یں‌بیان ہے ـــــــ'اصلی خدا'کا ان شعروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔یہ صرف شاعری کی تخلیقی اٹھکیلیاں ہیں یا وحدت الوجود کی نازک خیالیاں۔اس خدا بیزاری میں بھی تعلق، یاقرابت قریبہ، کا ایک پہلو نکلتاہے۔جیسے کہ علامہ اقبال کے شکوہ میں اسی قربت کی ایک جہت روشن تھی اسی لیے معتبر اور مستند علما نے ان کی تکفیر میں تعجیل سے کام نہیں لیا۔ زیادہ تر شاعروں کی داخلی سائیکی میں خدا اورمذہب کا وجود مسلم ہے۔یہ اور بات کہ خارجی موثرات اور عوامل ان کے شعور کی منطق کو بدلتے رہتے ہیں۔یہ اشعار شاعر کی داخلیت سے زیادہ خارجیت کا اظہارہیں۔یہ مذہب کی روح نہیں رسومات کے خلاف جذباتی تخلیقی ردعمل ہیں۔شخصی خدا کے بندگان خانہ زاد کی پیداوار دین کے خلاف اپنے غصے کا اظہار ہے۔مذہب اوراس کے متعلقات کی مسخ شدہ شکلوں کے خلاف یہ تخلیقی احتجاج ہیں۔غالب کا یہ شعر اسی حقیقت کا مظہر ہے:

ہم موَحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں

ان میں سے بیشتر شعرا نے حمدیہ، نعتیہ، منقبتی اشعار بھی کہے ہیں اس لیے مذہب ان کے باطن میں موجزن ہے۔صرف خارجی حالات یا جبران کی ذہنی کیفیت پریوں اثرانداز ہوجاتے ہیں کہ قرآن پاک کی یہ آیت نگاہوں میں آجاتی ہے 'والشعراء یتبعھم الغاوٗن۔' اور یہ کہ' الم تر انھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون مایفعلون'یعنی ان کے قول اور عمل میں تضاد کی نسبت ہوتی ہے اسی لیے شاعروں کے ان اقوال کو ان کے اعمال کی میزان بنانا شاید موزوں نہ ہوگا اور یوں بھی تعبیرات اور تاویلات کے دروازے جب کھلے ہوں تو تمام جہتوں کو دیکھتے ہوئے ہی کوئی بات کہی جانی چاہیے۔محتسبوں جیسا رویہ اپنانے سے بیشتر شاعر کافر 'ملحد اور زندیق قرار پائیں گے۔

اسلام کے مرکزی تصورتوحید کے علاوہ بنیادی عقائد اورتعلیمات پر بھی شاعروں نے طنز کیا ہے۔اسلام کے بنیادی عقائد میں آخرت،جنت ودوزخ اور تقدیرکا تصور بھی ہے۔شعرا نے اپنی شاعری میں اس کی بھی تردید، تنسیخ کی ہے۔

مرزا اسداللہ خاں غالب نے معتقدات اور مسلمات سے انحراف کرتے ہوئے مذہب اور اس کے تلازمات پر یوں طنز کیا:

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
طاعت میں تار ہے نہ مے انگبین کی لاگ دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو
ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضواں کا وہ اک گلدستہ ہے ہم بے خودوں کے طاق نسیاں کا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

(غالب)

واعظ بجا ہے کہیے جو ویرانے کو بہشت جنت اسی کا نام ہے آدم جہاں نہ ہو (داغ)

مذہبی مسلمات اور دینی شعائر سے انحراف اور انکار کی صورتیں کلاسیکی شاعری سے لے کر آج تک کی شاعری میں عام ہیں۔بعض تصورات توایسے ہیں جن کی سرحدیں کفروالحاد سے جاملتی ہیں۔مثلاً خدا کی ذات وصفات میں کسی اور کو شریک کرنا، بت پرستی کو خداپرستی کے مساوی سمجھنا،مثال کے طورپر جوشش کا یہ شعر:

چشم وحدت سے گر کوئی دیکھے بت پرستی بھی حق پرستی ہے

یا بہادرشاہ ظفر کایہ شعر:

مئے وحدت کی ہم کو مستی ہے بت پرستی، خدا پرستی ہے

اسی طرح سودا کا ایک شعر ہے:

ہندو ہیں بت پرست مسلمان خدا پرست پوجوں میں اس کسی کو جو ہو آشناپرست

میر نے بھی اس نہج کاایک شعر کہا:

کس کو کہتے ہیں نہیں میں جانتا اسلام وکفر دیر ہو یا کعبہ مطلب مجھ کو تیرے در سے ہے

یہ صریحاً 'ان الدین عنداللہ الاسلام' اور من یبتغ غیرالاسلام دینا'جیسی آیتوں کا انکار ہے۔اس طرح کے اور بھی اشعار ہیں جن میں کفرواسلام کی امتیازی لکیروں پرخط تنسیخ کھینچ دی گئی ہے:

کفر کچھ چاہیے اسلام کی زینت کے لیے حسن زنار ہے تسبیح سلیمانی کا (سودا)

دیر و حرم آئینہ تکرار تمنا واماندگی شوق تراشے ہے پناہیں (غالب)

کفر واسلام کی نہ کر تکرار دونوں یکساں ہیں چشم بینا میں (جوشش)

خدا کے دین اور شریعت سے انکار بھی کفر والحاد کے دائرے میں آتاہے۔ساحر لدھیانوی کے اشعار میں اس طرح کے ملحدانہ تصورات ملتے ہیں۔انھوں نے عقائد اورمذہب کوایک خیال خام سے تعبیرکیاہے:

عقائد وہم ہیں مذہب خیال خام ہے ساقی ازل سے ذہن انساں بستہ اوہام ہے ساقی

آؤپرکھیں دین کے اوہام کو علم موجودات کی باتیں کریں

بے زار ہے کنشت و کلیسا سے اک جہاں سوداگران دین کی سوداگری کی خیر

انسان الٹ رہاہے رخ زیست سے نقاب مذہب کے اہتمام فسوں پروری کی خیر

الحاد کر رہا ہے مرتب جہاں نو دیر و حرم کے حیلہ غارت گری کی خیر

ان شعروں میں 'کفروالحاد'کا شائبہ ضرور ہے مگرحقیقت میں یہ اشعار تکفیر کی بنیاد نہیں بن سکتے کیونکہ تکثیر معنی اور منشائے مصنف کے تناظرمیں دیکھاجائے تو بادی النظر میں ان کے وہ مفاہیم و مطالب ضرورہوسکتے ہیں جو مستوجب کفر ہیں مگرحقیقت میں یہ متعینہ مفاہیم سے الگ ہیں اور اس کی تفہیم کے لیے دیدہ دل کی ضرورت ہے۔علامہ اقبال نے کہا تھا :

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی ہو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی

ویسے بھی غزل ایک رمزیہ اظہار ہے اس میں استعارات وعلائم کا ایک مبسوط نظام ہے۔اس میں میخانہ، پیمانہ، ساقی کے وہ لغوی معانی نہیں ہیں جو رند ی کی طرف اشارہ کرتے ہیں بلکہ ان میں بھی تصوف کے اسرارورموز پنہاں نظر آتے ہیں۔یہ وہ استعارے اور علامتیں ہیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

جن کے مفاہیم کا دائرہ بہت وسیع ہے اور یوں بھی کفر کی شرعی اور شعریاتی تعبیر میں بہت فرق ہے۔کفر کے تعلق سے علامہ اقبال کی شعری تعبیر یوں ہے:

ہر کہ او را قوت تخلیق نیست　　پیش ما جز کافر و زندیق نیست

(جو قوت تخلیق سے محروم ہے وہ ہمارے نزدیک کافرو زندیق ہے)

انھی کا ایک اور شعر ہے :

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل　　دل و نظر جو مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

کارل مارکس کے بارے میں علامہ اقبال کا یہ خیال اسی تناظر میں ہے : قلب او مومن دماغش کافر است

صوفی شاعر امیر خسرو کے شعروں میں اس کی تعبیر یوں روشن ہوئی ہے :

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست　　ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند　　آری آری می کنم با خلق ما را کار نیست

شریعت اور شاعری کے تناظرات الگ الگ ہیں۔شریعت نہ شاعری کی ساحری کو قید کر پائی اور نہ ہی شاعری نے اس کے اوامر و نواہی ، محظورات و ممنوعات سے کوئی شرعی رشتہ رکھا۔پیمانہ شریعت سے شاعری کو ناپا نہیں جاسکتا کہ شاعری گنجینہ معنی کا طلسم ہے۔ اردو شاعری میں بھی 'کفر یا کافر 'کے جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ان کے مفاہیم اور مطالب قطعی وہ نہیں ہیں جو دینیات میں ہیں۔یہاں کفراور اسلام کی آمیزش انسانی وحدت کے مثبت تصور کو جنم دے رہی ہے۔یہاں مذہب سے انکار نہیں بلکہ احترام ادیان کا جذبہ حاوی ہے۔

کفر و ایماں دوندی ہیں عشق کیں　　آخرش دونوں کا سنگم ہوئے گا

کافر ہوا ہوں رشتہ زنار کی قسم　　تجھ زلف حلقہ دار کے ہرتار کی قسم(سراج اورنگ آبادی)

کعبہ و دیر میں حاتم بخدا غیرخدا　　کوئی کافر نہ کوئی ہم نے مسلماں دیکھا　　(شاہ ظہورالدین حاتم)

نہیں ہے وحدت وکثرت میں فرق مومن وکافر　　کہ یہ کہتا ہے ہردم وحدہ اور وہ کہے ہرہر　(شاکرناجی)

غرض کفر سے کچھ نہ دیں سے ہے مطلب　　تماشائے دیر وحرم دیکھتے ہیں

عاشقوں کو شیخ دین وکفر سے کیا کام ہے　　دل نہیں وابستہ اپنا سبحہ وزنار کا　(مرزامحمد رفیع سودا)

آئے ہیں میر کافر ہوکر خدا کے گھر میں　　پیشانی پر ہے قشقہ زنار ہے کمر میں(میر تقی میر)

کفر سے اسلام کو اے شیخ بیگانہ نہ جان　　ہے تری تسبیح سے رشتہ مرے زنار کا

کفرو اسلام اک جا پایا　　دیر کو خانہ خدا پایا(اشرف علی فغاں)

اے مرد خدا ہو تو پرستار بتاں کا　　مذہب میں مرے کفر ہے انکار بتاں کا(عبدالحہ تاباں)

توڑ نا دیر وحرم تک بھی نہ چنداں ہے گناہ　　اپنے مذہب میں ہے کچھ کفر نعرۂ آزردن دل(قائم چاندپوری)

کفر اور دیں میں جدائی نہیں گردیکھے خوب　　ساتھی تسبیح کے دانوں کی توزنار بھی ہے　(شیخ غلام ہمدانی مصحفی)

دیر و مسجد میں سنے ذکرجو اس کافر کا　　در و دیوار سے سر شیخ و برہمن مارے

(شیخ قلندربخش جرأت)

عین ایمان سمجھتے ہیں ہم ان کا دیدار　　نہ تو ہیں کفر سے آگاہ نہ دیں سے واقف

جا کے دیر و کعبہ میں کیا لوگے تم اے غافلو　　ہاتھ اٹھاؤ کفر اور اسلام سے بیٹھے رہو (بہادرشاہ ظفر)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

مومن سوئے شرق اس بت کافر کا گھر ہے ہم سجدہ کدھر کرتے ہیں اور کعبہ کدھر ہے
(مومن خاں مومن)

اے دل ہو مست کشمکش کفر ودیں سے چھوٹ مے خانے بھی بنائے ہیں دیروحرم کے ساتھ
کافر عشق ہوں حاجت نہیں زنار کی بھی بار تسبیح مبارک رہے دین داروں کو (شیخ امام بخش ناسخ)
کفر واسلام سے آزاد ہوں بے قیدہوں میں مجھ سے کافر بھی نہ جھگڑے نہ تودین دار الجھے
قول اپنا ہے یہ سبحہ و زنار کے لیے دوپھندے ہیں یہ کافر وایمان دار کے لیے
کمندوں سے نہیں کم سبحہ وزنار کے پھندے پھنسے وہ جو فریب کافر و دین دار میں آئے
کون چھینے بت کو توڑے برہمن کے دل کو کون اینٹ کی خاطر کوئی کافر ہی مسجد ڈھائے گا
(خواجہ حیدر علی آتش)

کفر آشنا کہاں ہے کوئی مجھ سا دوسرا مسجد کا تارا ہاتھ میں زنار ہوگیا (منشی امیراحمد امیرمینائی)
برہمن و شیخ ہیچ ہیں سب نہ کوئی مذہب نہ کوئی ملت ہمیں تری بندگی سے مطلب کہاں کا جھگڑا یہ کفر و دیں کا
(سیدضامن علی جلال لکھنوی)

اسلام و فکر کچھ نہیں آتا خیال میں مدت سے مبتلاہوں میں آپ اپنے حال میں
بے خودی پوچھے جو مذہب کوئی کیااس کو بتائیں نہ خبر کفر کی ہم کو ہے نہ اسلام کی ہے
(سید علی محمد شاد عظیم آبادی)

جبیں صرف جبیں بے جبیں معلوم ہوتی ہے طبیعت بے نیاز کفر و دیں معلوم ہوتی ہے
جو مومن و کافر ہیں وہ دل ہی نہیں رکھتے دنیائے محبت میں کعبہ ہے نہ بت خانہ
(شوکت علی خاں فانی بدایونی)

اے شیخ وہ بسیط حقیقت ہے کفر کی کچھ قید و بند نے جسے ایماں بنا دیا
رسم فرسودہ نہیں شایان ارباب نظر اب کوئی منظر بلند از کفرو ایمان دیکھیے(اصغر گونڈوی)
سب ترے سوا کافر آخراس کا مطلب کیا سر پھر ادے انساں کا ایسا خبط مذہب کیا
نشہ یک رنگ میں دونوں ہیں کیا ڈوبے ہوئے کیسی جنگ زرگری ہے کافر و دیں دار میں (یاس یگانہ چنگیزی)
قیامت کے یہ کالے کوس روشن ہو نہیں سکتے عبث ہے ہم رکاب کافر و دین دار ہوجانا (یگانہ)

یہ تمام اشعار اندھی مذہبیت اور خبط مذہب کے خلاف ہیں یہ اس مذہبی آویزش سے متعلق ہیں جو صرف محبت کو نفرت میں نہیں بدلتی بلکہ قتل و غارت گری کا مذہبی جواز بھی تلاش کرلیتی ہے۔شعرا چونکہ انسانیت کو سب سے بڑا مذہب مانتے ہیں اسی لیے وہ مذہبی ظاہر پرستی کے ہر رنگ و روپ کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر یوسف حسین خاں نے بجا لکھا ہے کہ :

" شاعر اور خاص طور پر غزل گو شاعر کا مزاج اور افتاد طبع ادعا پسندی کی کبھی حریف نہیں ہو سکتی۔ادعا پسندی کا علمبردار زندگی کے پے چیدہ حقائق کو من مانے طور پر سادہ تصور کر کے صرف اپنے نقطہ نظر سے انہیں سمجھنا چاہتا ہے۔وہ کسی دوسرے کے نقطہ نظر کو دیکھنا پسند نہیں کرتا اور نہ سمجھنا چاہتا ہے۔وہ سب کچھ کرتا ہے سوائے احتساب نفس کے۔کٹر پن اور ادعا پسندی کے جلو میں تعصب اور تنگ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

نظری کا قافلہ بھی ہے جو ہر اس تصور کو اپنے پاؤں تلے روندتا جاتا ہے جس میں رواداری اور انسانی محبت کی بات ہو۔یہ ادعا پسندی ایک زمانے میں مذہبی رنگ لیے ہوئے تھی، اسی لیے ہمارے شاعروں نے زہد پر چوٹیں کیں اور اس کی چوریاں ایک ایک کرکے دکھائیں اور تجریدی اور مذہبی اصول سے زیادہ محبت اور انسانیت کو اہمیت دی۔"[1]

ایسا نہیں ہے کہ اردو شاعروں نے مذہب پر تنقید کی نئی طرح ڈالی ہو۔قدیم زمانے سے ہی یونان و روما میں مذہبی تصورات پر تنقید کی روایت عام رہی ہے مذہب کو فرد اور سماج کے لیے نہ صرف مضر قرار دیا گیا بلکہ ذہنی مرض ' افیم اور مقتدرہ حاکم طبقے کے مفادات اور مراعات کے تحفظ کے لیے حربہ بھی کہا گیا۔انسانوں کے قتل اور غارت گری کے لیے بھی اسے ذمے دار ٹھہرایا گیا۔مذہب کی مسخ شدہ شکلوں نے ہی مذہب بیزاری کے رجحان کو بڑھاوا دیااور یہ حقیقت ہے کہ یہودیوں کے احبار اور عیسائیوں کے رہبان نے مذہب میں اتنی تحریف اور ترمیم کی ہے کہ اس کی اصل روح ہی ختم ہو گئی اور یہی سازش اسلام کے ساتھ کی گئی کہ تفاسیر میں اسرائیلی روایات کی آمیزش بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ کی گئی کہ بہت سی مذہبی حقیقتیں مسخ ہو گئیں۔تحریف کی کوششوں کی وجہ سے علامہ اقبال کو یہ کہنا پڑا :

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں۔

اسی تحریف اور ترمیم کے تناظر میں ڈاکٹر اسرار عالم نے منطقی دلائل کے ساتھ ایک معروضہ پیش کیا ہے جس سے علمائے دین قطعی اتفاق نہیں کریں گے کہ "نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا برپا کردہ نظام اسلام 661 عیسوی میں ختم کر دیا گیا اور اس کی جگہ ربیائی یہودیت (Rabbinic Judaism) اسلام مذہب کا لبادہ زیب تن کر کے برپا ہو گئی "[2] حساس فنکاروں نے بھی شاید یہ محسوس کیا ہوگا کہ دین کے نام پر جو تعبیرات پیش کی جا رہی ہیں وہ اسلام کی اساس سے مطابقت نہیں رکھتیں اس لیے مذہب کے تعلق سے ان کا رویہ تشکیک اور تذبذب کا رہا۔اردو کے زیادہ تر شاعروں نے مذہب کی ظاہر پرستی پر ہی طنز کیا ہے۔مذہب کی بنیادی روح پر وار کرنے کی ہمت یاجرأت کامظاہرہ نہیں کیاہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اردو شاعری پرتصوف کابہت گہرا اثرہاہے اور یہ وہ مثبت فلسفہ ہے جو بقول ڈاکٹر وحیداختر:

"ادعائیت، ملائیت، مذہبی تشدد و سخت گیری، ظاہرپرستی،تفرقہ اندازی اور ابن الوقتی کے خلاف بغاوت بن کر روشن خیالی، رواداری، انسان دوستی اور عوام سے قربت کا مسلک بن جاتاہے۔"[3]

اردو کی غزلیہ شاعری میں ایسے افکار کی کثرت ہے جوکفر کی شقوں مثلاً کفرالعناد، کفرالانکار، کفرالکبر، کفر النفاق، کفر الاستحال، کفرالکرہ، کفرالاستہزا،کفرالارادہ، کفرالاستبدال کے ذیل میں آتے ہیں مگر اس سے کسی بھی شاعر کی فنی عظمت مجروح نہیں ہوتی کہ شاعر کا مذہب یالامذہبیت اس کی عظمت کا معیار ومیزان نہیں ہے کیونکہ اگر مذہب معیار ہوتا تو حضورؐ امراء القیس کے بارے میں یہ نہ کہتے'اشعرالشعرا وقائدہم الی النار' اور پھر حضرت علیؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا سب سے بڑا شاعر کون ہے تو انھوں نے فرمایا: قوم نے اس میدان میں ایک ہی اسلوب میں نہیں دوڑلگائی کہ نشانہ اڑاتے وقت تیز رفتار اور کامیاب پہچان لیا جائے اگر یہ فیصلہ ضروری ہی ہے تو پھرامراؤ القیس۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

---

[1] ڈاکٹر یوسف حسین خاں،اردوغزل،ادارہ اسلامیات،لاہور،ص312

[2] سرسید کی بصیرت، ص 161

[3] تصوف اور بھگتی کاتہذیبی کردار،بحوالہ سیکولرزم اور اردوشاعری،اختربستوی،ص541

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

"حضرت علیؓ رمضان میں ہر شب لوگوں کو کھانے پر مدعو کرتے تھے اور ان کو گوشت کھلاتے تھے لیکن اس غذا کو خود تناول نہیں فرماتے تھے۔کھانے کے بعد ان کے سامنے خطبہ دیتے اور وعظ ونصیحت فرماتے تھے۔ایک شب کھانے کے دوران ان کے درمیان گزشتہ شعرا پر بحث چھڑگئی، حضرت علیؓ نے کھانے کے بعدخطبہ ارشاد فرمایا اور اس کے ضمن میں کہا:

تمھارے امور کے لیے معیاردین ہے۔تمھارا محافظ ونگہبان تقویٰ ہے، تمھارا زیور ادب ہے اور تمھاری آبرو کا حصار علم پرہے اس کے بعد ابوالاسوددوؤلی کی طرف مخاطب ہوئے جووہاں موجود تھے اوراس کے قبل شعرا پر ہونے والی بحث میں شریک تھے اور فرمایا: بتاؤ کہ میں بھی سنوں تمھاری نگاہ میں دنیائے عرب کا سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ ابوالاسوددوؤلی نے ابوداؤد ایادی کا ایک شعر پڑھا اور کہا کہ یہ شخص میری نگاہ میں سب سے بڑا شاعر ہے۔آپ نے فرمایا:تم نے انتخاب میں غلطی کی ہے۔ایسا نہیں ہے۔لوگوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ ان کے درمیان مورد بحث موضوع کے بارے میں دلچسپی کا اظہار فرما رہے ہیں تو بیک زبان ہوکر سب نے آواز دی اے امیرالمؤمنین! آپ ہی بیان فرمادیں کہ دنیائے عرب کا سب سے عظیم شاعر کون ہے؟آپ نے فرمایا اس موضوع میں فیصلہ صحیح نہیں ہے۔اس لیے کہ اگرتمام شعرا نے کسی ایک میدان میں طبع آزمائی کی ہوتی تو ان کے بارے میں فیصلہ کرنا اورجیتنے والے کی شناسائی کرانا ممکن تھا۔پھربھی اگراظہار نظرضروری ہی ہوجائے تو اس شخص کو پیش کرنا چاہیے جو نہ ذاتی خواہشات سے متاثرہواور نہ خوف و ہراس نے اس کو متاثرکیا( بلکہ صرف قوت تخیل اور ذوق شعری) کی بنیاد پر اشعار کہے ہیں۔وہ دوسروں سے آگے ہے۔لوگوں نے دریافت کیا،اے امیرالمؤمنین وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ فاسد و گناہ گار بادشاہ امروؤالقیس ہے۔" [1]

امراؤالقیس کے فحش شعروں کواعلیٰ قراردیاجانا اس بات کا ثبوت ہے کہ تقییم شعر کا معیار اور پیمانہ اخلاقیات سے مختلف ہے۔اس کا معیار فن ہے، تخلیقی جوہرہے اور لسانی لطافتیں ہیں نہ کہ نظری فکری مذہبی عناصر۔اسی لیے توابوبکر صولی نے ابو تمام کی شاعری کومجموعہ کفر قراردینے والوں سے کہا کہ کفر سے شاعری میں انحطاط اورایمان سے ازدیادنہیں ہوتا۔دونوں الگ الگ ہیں اور دونوں کے مابین ایک نقطہ انقطاع ہے۔ورنہ نظری مذہبی خطوط پرسوچاجائے توبہت سے شاعروں کا غیرضروری اخراج لازم آئے گا اور بیشتر ان شاعروں کاجن پر تخلیق کی عظمت اورشاعری کی رفعت کادارومدار ہے۔

**خلاصہ بحث و نتائج**

ایسا معاشرہ جو کسی بھی مذہبی اعتقادات سے جڑا ہوتا ہے اس میں مذہبی مسلمات اور معینہ اقدار سے اعراف اور اختلاف کی گنجائش کم ہی ہو تجھے روشن خیالی، عقلیت پرستی اور اعتزال پسندی کو پسند نہیں کیا جاتا۔ مذہبی پیراڈیم سے انحراف کفر و الحاد کی حدوں میں پہنچا دیتا ہے مگر اس کے باوجود الحاد پسندچند شعراء نے معاشرے کی روش عام سے اجتناب کیا اور فکر و نظر کی نئی بستیاں آباد کیں، پرانے مسلمات کو شک کی نگاہ سے دیکھا اور تشکیک پسندی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جس سے انحرافی ذہن پیدا ہوئے۔ خصوصاً نظریہ وحدت الوجود کے بارے میں تشکیکی رجحان پیدا ہوئے۔اس عقیدے کا بانی نو محی الدین ابن عربی ہے۔ہندوستان میں سری شکر ہے گویا بقول اقبال مسلمانوں میں ایک ایسے لٹریچر کی بنیاد پڑی جس کی بنیاد وحدت الوجود تھی۔ ان شعراء نے عجیب و غریب اور دل فریب طریقوں سے شعائر اسلام کی تردید و تنسیخ کی ہے۔اس نظریہ کو قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق دیکھنے کی ضرورت ہے۔آیۃالکرسی میں ہے:

وسع کرسیه السموت والارض ۔ البقرہ:255 ؛ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرِ۔ الشوریٰ: 11 اور الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ۔ طه: 5

[1] بحوالہ: نہج البلاغہ کی سیر، مفکر شہیداستادمرتضیٰ مظہری، مترجم: مولانا محمد علی توحیدی، مرکز افکار اسلامی، کراچی، 126

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

جیسی آیات اس کی تردید کرتی ہیں۔اس کے رد میں شیخ احمد سر ہندی المعروف مجدد الف ثانی نے نظریہ وحدت الشہود پیش کیا۔جو قرآن و سنت کے قریب ہے۔ بعد ازاں شعراء بھی افراط و تفریط کا شکار ہوئے۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ نے اردو غزل اور شاعری میں اس خاص نکتہ کی طرف اشارہ کیا۔ خاص طور پر مرزا مظہر جانِ جاناں، سید عبد الولی،عزلت،سرور شہیدے اپنی شاعری میں وحدت ادیان کا جو تصور پیش کیا وہ بھی قابل تنقید ہے۔ مذہبی مسلمات اور دینی شعائر سے انحراف اور انکار کی صورتیں کلاسیکی شاعری سے لیکر آج تک کی شاعری میں عام ہیں۔ بعض تصورات تو ایسے ہیں جن کی سرحدیں کفر و الحاد سے جاملتی ہیں۔مثلاً خدا کی ذات و صفات میں کسی اور کو شریک کرنا۔بت پرستی کو خدا پرستی کے مساوی سمجھا۔مثلاً جوش کا یہ شعر :

چشم وحدت سے گر کوئی دیکھے　　بت پرستی بھی حق پرستی ہے

خدا کی ذات سے انکار بھی کفر میں شامل ہے۔مگر شاعروں نے خدا کے وجود کو ایک واہمہ تخیل قرار دینے گریز نہیں کیا۔ایسا ہی انکار شجاع خاور کے اس دعا ئیہ ہم آہنگ میں ہے۔

یا الٰہی تو اگر ہے تو ہویدا ہو جا　　اور نہیں ہے تو ابھی وقت ہے پیدا ہو جا

اختر انصاری، شجاع خاور، عرفان صدیقی، اقبال حیدر بشیر بدر، ظفر گورکھپوری ، ندا فاضلی کی غزل گوئی اور شاعری میں اس الحاد پسندی کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔مقالہ ھذا میں ان کی فکر و فلسفہ کی تنقیح تہذیب اور تحلیلی جائزہ لینے کی بھر پور کوشش کی گئی ہے۔

**مصادر و مراجع**


1. دنیا کے بڑے مذہب ،عماد الحسن آزاد فاروقی۔مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ نئی دہلی1986
2. اردو غزل ،ڈاکٹر یوسف حسین خاں۔دار المصنفین اعظم گڑھ 1996
3. غزل اور مطالعہ غزل ،ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑہ 2005
4. اردو غزل اور ہندوستانی ذہن و تہذیب ،گوپی چند نارنگ۔قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی۔2002
5. سیکولرزم اور اردو شاعری ،ڈاکٹر اختر بستوی۔اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو 1996
6. اردو غزل ،کامل قریشی۔اردو اکادمی دہلی۔2006
7. نقد اقبال ،میکش اکبر آبادی۔مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ نئی دہلی 2011
8. اردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب ،ڈاکٹر کامل قریشی۔اردو اکادمی دہلی (1987
9. اردو میں صوفیانہ شاعری ،ڈاکٹر محمد طیب ابدالی۔مکتبہ صوفیا نالندہ 1984
10. نئی اردو غزل ، ڈاکٹر سرور الہدی۔معیار پبلی کیشنز دہلی 2004
11. سیکولرزم، مباحث اور مغالطے ، طارق جان ، منشورات منصورہ لاھور 2012
12. سیکولرازم کی فکری بنیادوں کا ایک تحقیقی مطالعہ، ڈاکٹر شاید فریاد، کتاب محل دربار مارکیٹ لاھور
13. مذہب مسلمان اور سیکولرازم، ڈاکٹر اشفاق احمد، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اردو بازار دہلی، 1994
14. مذہب و سائنس، مولانا عبد الباری ندوی، ناشر انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج،1919
15. جدیدیت ، مصنف، حسن عسکری ادارہ فروغ اسلام لاھور،س ن
16. معرکہ مذہب و سائنس،ڈاکٹر ولیم ڈریپر مترجم مولانا ظفر علي خان، الفیصل ناشران اردو بازار لاھور1995
17. اسلام اور سیکولرازم، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، مترجم:ساجدالرحمن،ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد 1997